مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہ

مکتبۃ الاسلام کراچی

اور

گستاخانِ رسول ﷺ کا بدترین انجام

اس میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے کا حکم اور گستاخی کرنے والوں کا انجامِ بد بتایا گیا ہے۔

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی دامت برکاتہم العالیہ

نائب مفتی، جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

فہرست

صفحہ نمبر	عنوانات
۴۴	☆ گستاخِ رسول ابن خطل کا قتل
۴۵	☆ راج پال ہندو کی توہین رسالت
۴۵	☆ غازی خدا بخش کا راج پال پر پہلا قاتلانہ حملہ
۴۷	☆ غازی عبدالعزیز
۴۷	☆ غازی علم الدین شہید اور راج پال پر حملہ
۴۲	☆ راج پال جہنم رسید
۴۹	☆ غازی عبدالقیوم شہید اور نتھو رام کا قتل
۵۴	☆ غازی محمد صدیق شہید
۵۶	☆ غازی عبداللہ شہید
۵۸	☆ غازی عبدالرشید شہید
۵۹	☆ راہ عمل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی رسولہ الکریم محمد و اٰلہ و اصحابہ اجمعین۔

اما بعد!

ڈنمارک اور بعض یورپین ممالک میں کچھ لوگوں نے سرکارِ دوعالم ﷺ کے گستاخانہ خاکے بنائے اور شائع کئے ہیں، یہ عزت مآب جنابِ رسول اللہ ﷺ کی شان میں توہین اور سراسر گستاخی ہے جو حرام، قطعاً ناجائز اور سنگین جرم ہے، اس کی سزا قتل ہے، اس پر دنیا بھر کے مسلمانوں نے شدید غم وغصہ کا اظہار کیا ہے جو کرنا ہی چاہئے، اس موقع پر کچھ سوالات ذہنوں میں اُبھرتے ہیں، قرآن وسنّت کی روشنی میں ان کے جوابات لکھے گئے ہیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر آج تک جن لوگوں نے یہ گناہ اور سنگین جرم کیا ہے، ان کا بدترین

انجام ہوا، اور ذلت کی موت مرے، تاریخِ اسلام سے ایسے لوگوں کے چند واقعات بھی عبرت کے لئے لکھے گئے ہیں۔

تحفظِ ناموسِ رسالت کی شرعی حیثیت

سوال نمبر۱..... تحفظِ ناموسِ رسالت کی شرعی حیثیت اور اس کی حدود کیا ہیں؟

سوال نمبر۲..... اگر کوئی شخص یا حکومت اس کا ارتکاب کرتی ہے تو شرعاً اس کی سزا کیا ہے؟

جواب ۱،۲..... تحفظِ ناموسِ رسالت تمام مسلمانوں کا دینی اور شرعی فریضہ ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حق تو ہماری اپنی جانوں سے بھی بہت زیادہ ہے، چنانچہ ارشادِ باری ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ

ترجمہ

نبیِ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) مومنین کے ساتھ ان کے نفس (اور ذات) سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔ (سورۃ الاحزاب)

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ تفسیر معارف القرآن میں اس آیت کی تفسیر کے تحت فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مامن مؤمن الا وانا اولیٰ الناس به في الدنيا والآخرة اقروا إن شئتم اَلنَّبِيُّ اَولٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ. الآية

ترجمہ

کوئی مومن ایسا نہیں جس کے لئے میں دنیا وآخرت میں سارے انسانوں سے زیادہ اولیٰ واقرب نہ ہوں، اگر تمہارا دل چاہے تو اس کی تصدیق کے لئے قرآنِ کریم کی یہ آیت پڑھ لو۔ (النبی اولی بالمؤمنین) (صحیح البخاری: ج ۲/ص ۷۰۵)

جس کا حاصل یہ ہے کہ میں حضرت محمد مصطفی ﷺ ہر مؤمن مسلمان پر ساری دنیا سے زیادہ شفیق ومہربان ہوں اور

یہ ظاہر ہے کہ اس کا لازمی اثر یہ ہونا چاہئے کہ ہر مومن کو آنحضرت ﷺ کی محبت سب سے زیادہ ہو، جیسا کہ حدیث میں بھی یہ اشارہ ہے:

لایؤمن احدکم حتی أکون أحب الیه من والده وولده والناس اجمعین.

(بخاری ، مسلم، مظهری)

ترجمہ

تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک اس کے دل میں میری محبت اپنے باپ، بیٹے اور سب انسانوں سے زیادہ نہ ہو۔

(معارف القرآن: ج ۷/ ۸۷)

ذیل میں چند احادیثِ مبارکہ اور آثارِ صحابہ سے بھی تحفظِ ناموسِ رسالت کی اہمیت واضح ہوتی ہے:

''حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا شخص کی اُم ولد باندی تھی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتی تھی اور آپ ﷺ کی شان میں گستاخی

کرتی تھی، وہ اس کو روکتے تھے مگر وہ نہ رکتی تھی، وہ اسے ڈانٹتے تھے مگر وہ نہ مانتی تھی، راوی کہتے ہیں جب ایک رات پھر اس نے نبیِ کریم ﷺ کی شان میں گستاخیاں کرنا اور گالیاں دینی شروع کیں تو اس نابینا نے ایک خنجر لیا اور اس کے پیٹ پر رکھا اور وزن ڈال کر دبا دیا اور اس کو مار ڈالا، عورت کی ٹانگوں کے درمیان سے بچہ نکل پڑا اور جو کچھ وہاں تھا وہ خون آلود ہو گیا، جب صبح ہوئی تو یہ واقعہ حضور ﷺ کی خدمت میں ذکر کیا گیا، آپ ﷺ نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا میں اس آدمی کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے جو کچھ کیا میرا اس پر حق ہے وہ کھڑا ہو جائے تو وہ نابینا شخص کھڑا ہو گیا اور لوگوں کو پھلانگتا ہوا اس حالت میں آگے بڑھا کہ وہ کانپ رہا تھا، اور جا کر حضور ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس کا مالک اور اسے مارنے والا ہوں، یہ آپ کو گالیاں دیتی تھی، اور گستاخیاں کرتی تھی میں اسے روکتا تھا وہ رکتی نہ تھی اور اس سے میرے دو بچے ہیں جو موتیوں کی طرح

خوبصورت ہیں اور وہ مجھ پر بہت مہربان بھی تھی، لیکن آج رات جب اس نے آپ ﷺ کو گالیاں دینا اور بُرا بھلا کہنا شروع کیا تو میں نے خنجر لیا اس کے پیٹ پر رکھا اور زور لگا کر اسے مار ڈالا، نبیِ پاک ﷺ نے فرمایا لوگوں گواہ رہو اس کا خون ھدر یعنی بے سزا ہے۔''

(رواہ ابوداؤد: ج ۲/۲۵۱، مکتبہ حقانیہ)

''حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودیہ نبیِ کریم ﷺ کو گالیاں دیتی اور برا بھلا کہتی تھی تو ایک آدمی نے اس کا گلا گھونٹ دیا یہاں تک کہ وہ مرگئی، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس کے خون کو ناقابلِ سزا قرار دیدیا۔ (ابوداؤد: ج ۲/۲۵۲) ابنِ خَطَل کی گانے والی دونوں باندیوں کو بھی رسول اللہ ﷺ نے فتحِ مکہ کے موقع پر قتل کرنے کا حکم دیا تھا، ان دونوں کے قتل کرنے کا حکم بھی اس لئے دیا گیا کہ یہ دونوں حضور ﷺ کی شان میں بدگوئی کے اشعار گایا کرتی تھیں۔ ان میں سے ایک قتل کی گئی اور دوسری بھاگ گئی

جو بعد میں آ کر مسلمان ہو گئی۔''

(رواہ فی ھامش ابو داؤد: ج۲/۹، کذا فی ھامش البخاری: ج۲/۶۱۴)

'' اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر حویرث ابن نقید کو قتل کرنے کا حکم ارشاد فرمایا یہ بھی ان لوگوں میں شامل تھا جو رسول اللہ ﷺ کو ایذاء پہنچایا کرتا تھا حضرت علی ؓ نے اس کو قتل کیا۔(کذا فی ھامش البخاری: ج۲/۶۱۴)

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والا مُبَاح الدّم ہو جاتا ہے یعنی اس کا خون بہانا جائز ہو جاتا ہے۔ اور حق کا علمبردار سزاؤں کا مستحق نہیں ہوتا بلکہ ثواب کا حق دار ہو جاتا ہے۔

لہٰذا اگر کوئی شخص حضور ﷺ کی شان میں صراحۃً یا اشارۃً، قولاً یا فعلاً بدگوئی اور گستاخی کرے، تو شرعاً گستاخی کرنے والا شخص قتل کا مستحق ہے، اور قتل کرنے کی ذمہ داری حکومت پر ہے کہ وہ ہر طریقے سے ایسے مجرم کو پکڑ کر اس پر قتل کی سزا جاری کرے، عام آدمی کے لئے قانون کے نفاذ کو اپنے ہاتھ میں لینا مناسب نہیں، لیکن اس کے باوجود اگر کسی عام

شخص نے ایسے گستاخ اور بدگوئی کرنے والے شخص کو قتل کر دیا تو اس پر شرعاً نہ قصاص ہے اور نہ تاوان، کیونکہ ایسے شخص کا خون مباح ہو جاتا ہے اور اس کا قتل جائز ہو جاتا ہے، عام شخص کے لئے ایسا کرنا صرف خلافِ انتظام ہے۔

یہ تفصیل اُس وقت ہے جبکہ گستاخی کرنے والا حربی کافر ہو یا مسلمان ہو لیکن اگر گستاخی کرنے والا ذمی کافر ہو (یعنی اسلامی ملک کا باشندہ ہو) تو بعض فقہاء کے نزدیک اس کا بھی یہی حکم ہے جو اوپر لکھا گیا، کیونکہ ایسے کافر کا ذمی ہونا ختم ہو جائے گا، لیکن بعض فقہاء جیسے علامہ شامی رحمہ اللہ کی تحقیق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ ذمہ تو ختم نہ ہوگا لیکن انتظامی اور تعزیری طور پر حکومتِ وقت اس کو قتل کر سکتی ہے، جبکہ وہ علانیہ اور بار بار سبّ وشتم کرتا ہو۔ (ملاحظہ ہو" رسائل ابن عابدین" ج۱/۳۵۴)، و (خلاصۃ الفتاوٰی: ج۴/۳۸۶)، و (شامیہ: ج۴/۲۱۵)

شرعی سزا کا نفاذ ممکن نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال نمبر۳..... موجودہ دور میں اگر شرعی سزا کا نفاذ ناممکن ہو تو مسلمانوں کے لئے اس سے برأت اور بچاؤ کے لئے کیا حکم ہے اور وہ

کیا طریقہ اختیار کریں؟

جواب..... ایسی صورت میں ہر مسلمان کے ذمہ ہے کہ اس میں جتنی قوت وطاقت ہو وہ جائز اور ممکن طریقوں کے ذریعہ ایسی گستاخانہ حرکتوں کو اور ایسی گستاخانہ حرکت کرنے والوں کو اور ان کے اسباب و ذرائع کو روکیں، اور جس میں یہ قدرت نہ ہو ان پر زبان سے اس کی خرابی اور برائی بیان کرنا واجب ہے، اور جس کو زبان سے کہنے میں جان و مال کا خطرہ ہو اس کے لئے دل میں برا جاننا واجب ہے، جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں یہی تفصیل آئی ہے:

''سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص برائی کو دیکھے تو چاہئے کہ اپنی طاقت سے اس کو روکے، اگر اس کی قوت نہ ہو تو زبان سے اس کو منع کرے، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے اس کو بُرا سمجھے، یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔'' (ج۱/۵۱)

اس سلسلے میں احتجاج کرنا درست ہے، بشرطیہ احتجاج

پُر امن طریقے سے ہو، اور اس میں حرام و ناجائز کاموں کا ارتکاب نہ ہو۔ مثلاً لوگوں کی املاک اور اموال کو نقصان پہنچانا، جلاؤ، گھیراؤ اور پتھراؤ کرنا وغیرہ، کیونکہ یہ سب گناہ کے کام ہیں جو حرام اور ناجائز ہیں ان کے بچنا ہر حال میں لازم ہے۔

سوال نمبر۴..... ایسے لوگوں سے تجارتی تعلقات ختم کر لینا یا معاہدات ختم کر لینا شرعی رُو سے جائز ہے یا نہیں؟

جواب..... گستاخی کرنے والوں سے تجارتی تعلقات کا یا معاہدات کا ختم کر لینا شرعاً جائز ہے، (ماخذہ امداد المفتین، ص: ۱۰۲۵) ایمانی غیرت وحمیت کا یہی تقاضہ ہے۔

چنانچہ کتبِ احادیث میں ثُمَامَہ ابن اُثال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ تفصیل کے ساتھ مذکور ہے، ثمامہ ابن اثال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی قوم کے سردار تھے، اور اسلام لانے کے بعد جب وہ مکہ مکرمہ گئے اور اہل مکہ نے ان کے اسلام لانے کو توہین آمیز الفاظ سے تعبیر کیا تو انہوں اہلِ مکہ کے ساتھ تجارتی

تعلقات ختم کر دیئے، اس طور پر کہ اہلِ مکہ کے لئے یمامہ سے
آنے والے غلہ کی درآمد پر پابندی لگائی اور یہ کہا کہ اُس
وقت تک یہ پابندی برقرار رہے گی جب تک رسول اللہ ﷺ
اس کی اجازت نہ دیدیں چنانچہ جب اہلِ مکہ غلہ کی درآمد پر
پابندی لگنے کی وجہ سے مشکلات کا شکار ہوئے تو انہوں نے
حضور ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ثمامہ ابن اُثال رضی اللہ عنہ کے
نام والانامہ تحریر فرمائیں کہ وہ اس پابندی کو ختم کردیں،
چنانچہ حضور ﷺ نے ان کی یہ درخواست منظور فرماتے ہوئے
ثمامہ ابن اثال رضی اللہ عنہ کی جانب ایک مکتوبِ مبارک تحریر فرما کر
ارسال کیا، اس کے بعد یہ پابندی ختم کردی گئی، اور معاہدات
ختم کرنے کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضور ﷺ جب
مدینہ منورہ تشریف لائے تو انصار اور مہاجرین کے درمیان
ایک تحریری معاہدہ فرمایا اور اس معاہدہ میں یہود کو بھی شامل
کیا، لیکن بعد میں یہود کی سازشوں، ریشہ دوانیوں اور
گستاخیوں کی بناء پر معاہدہ ختم فرمایا، حتی کہ بعض یہود کے

خلاف جہاد فرمایا اور بعض یہود کو جلا وطن فرمایا۔

(فی مسلم: ج۲/۹۳)، (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح: ج۸/۵۱۲)، (الصارم المسلول لابن تیمیۃ: صفحہ ۶۶)

جس کمپنی کا توہین سے تعلق نہ ہو اس کے بائیکاٹ کا کیا حکم ہے؟

سوال نمبر۵..... اگر کسی کمپنی یا شخص کا اس توہین والے عمل کے ساتھ بلا واسطہ کوئی تعلق نہ ہو محض ایک علاقائی یا لسانی تعلق ہو، اس بناء پر اس شخص یا کمپنی کا بائیکاٹ کرنا اور لوگوں کو اس کی ترغیب دینا کیسا ہے؟

جواب..... اگر کسی کمپنی یا شخص کا اس توہین والے عمل کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو، محض ایک علاقائی یا لسانی تعلق ہو تو اگر وہ ان کے اس برے عمل کے حامی ہوں تو ان کا وہی حکم ہے جو اوپر کے جواب میں ذکر کیا گیا ہے۔ اور اگر کمپنی یا شخص ان کے اس برے عمل سے بیزاری اور لاتعلقی اختیار کریں تو ایسی صورت میں اگر کمپنی کی آمدنی کا فائدہ گستاخوں کو پہنچ رہا ہو تو

اس بُرے عمل سے بیزاری اور لاتعلقی اختیار کریں تو ایسی صورت میں اگر کمپنی کی آمدنی کا فائدہ گستاخوں کو پہنچ رہا ہو تو اس کمپنی کا بھی بائیکاٹ کرنا چاہیے۔ البتہ اس شخص سے جو اس گستاخی سے بیزاری اور لاتعلقی اختیار کرے اس سے تعلق رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ (ماٗخذہ تبویب جامعہ دارالعلوم کراچی فتویٰ نمبر ۲/۸۵۹ بتصرف کثیر)

گستاخانِ رسول ﷺ کے واقعات

خسرو پرویز کا قتل اور اس کی حکومت کا خاتمہ

فارس ایران کا پرانا نام ہے، یہ اپنے زمانہ کی بڑی طاقت ور حکومت تھی، رقبہ کے لحاظ سے بہت وسیع سلطنت تھی جس کی سرحد ہندوستان تک پھیلی ہوئی تھی، جنوبی عرب میں یمن پر اس کا گورنر حاکم تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خسرو پرویز ایران کا بادشاہ تھا جس کا لقب کسریٰ تھا، آپ نے حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ آپ کا نامۂ مبارک بحرین کے حاکم شجاع بن وہب کے ذریعہ کسریٰ کو پہنچائیں، چنانچہ انہوں نے حضور اقدس ﷺ کا نامۂ مبارک کسریٰ کو پہنچایا جو یہ تھا:

نامۂ مبارک کا ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ کی طرف سے

کسریٰ عظیم فارس کے نام

سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لائے اور جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں تمام لوگوں کی طرف تاکہ جو لوگ زندہ ہیں ان تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا جائے، پس تم اسلام لاؤ سالم رہو گے اور اگر انکار کرو گے تو تمام مجوس (آتش پرستوں) کا وبال تمہاری گردن پر ہوگا۔

خسرو پرویز کی ناراضگی

کسریٰ کے دربار میں جب یہ نامہ مبارک پڑھا گیا تو خسرو پرویز سخت غصہ ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی اپنے نام سے پہلے دیکھ کر مشتعل ہو گیا، اور طیش میں آکر خط پھاڑ دیا، اور کہا میں سب کچھ سمجھ گیا ہوں، اس نے ہمیں عرب سمجھ رکھا ہے (نعوذ باللہ) میرا غلام ہو کر اس مضمون کا خط لکھنے کی جرأت کی ہے۔ اس نے یمن کے گورنر

باذان کو حکم نامہ لکھوایا کہ دو طاقتور آدمی بھیج کر اس مدعیٔ نبوت کو گرفتار کر کے ہمارے حضور روانہ کیا جائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر حضرت عبداللہ بن حُذافہ سہمی ﷺ کو دربار سے نکل جانے کا حکم دیا، حضرت عبداللہ بن حُذافہ ﷺ اسی وقت دربار سے سوئے مدینہ روانہ ہوئے اور جو کچھ دیکھا سنا تھا بیان کر دیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس طرح اس نے میرے خط کو پرزے پرزے کیا ہے اللہ تعالیٰ اس کی سلطنت کو ٹکڑے ٹکڑے فرمادے گا۔

کچھ دن بعد یہ بھی ارشاد فرمایا:

کسریٰ مرگیا اوراب اس کے بعد نہ ہوگا۔کسریٰ جب قیصر ہلاک ہوگا تو اس کے بعد قیصر نہ ہوگا، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم دونوں سلطنتوں کے خزانے اللہ کی راہ میں خرچ کردگے۔

کسریٰ کے حکم کے مطابق گورنر یمن باذان نے دو طاقتور فوجی روانہ کیے ان میں ایک کا نام بابویہ اور دوسرے کا نام خرخسرد تھا ایک خط کے ساتھ مدینہ بھیجے ۔ یہ دونوں مدینہ پہنچے اور جب آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وہ خط پیش کرنے آئے تو خوف سے
تھرتھر کانپنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان پر نظر ڈالی تو فرمایا
افسوس ہے تمہاری اس حالت پر (کیونکہ دونوں کی داڑھیاں صاف اور
مونچھیں متکبرانہ انداز میں بل دی ہوئی تھیں) تمہیں کس نے یہ صورت
بنانے کا حکم دیا ہے؟ عرض کیا ہمارے رب (کسریٰ بادشاہ) نے، آپ
نے فرمایا! میرے رب نے مجھے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں چھوٹی
کرانے کا حکم دیا ہے، انہوں نے عرض کیا اگر آپ نے کسریٰ کے پاس
چلنے سے انکار کیا تو وہ آپ کو اور آپ کی پوری قوم کو ہلاک کردے گا
فرمایا اب جاؤ کل آنا۔

اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ کو مطلع کردیا کہ کسریٰ کو اس
کے بیٹے شیرویہ نے قتل کردیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں
قاصدوں کو طلب فرمایا اور ان کے آنے کے بعد فرمایا کہ میرے رب
کے حکم سے تمہارا آقا قتل کردیا گیا ہے، یہ بھی فرمایا کہ کسریٰ کی سلطنت
تک یہ دین پھیلے گا اور باذان کو پیغام بھیجا کہ اگر وہ مسلمان ہوجائے تو
اسے یمن پر حاکم برقرار رکھا جائے گا، خرخسرہ کو ایک پٹکا جو سونے اور

چاندی کا بنا تھا عطا فرمایا۔

بابویہ نے کسریٰ کے قتل کی تاریخ لکھ لی یمن پہنچ کر باذان کو بتایا کہ ان کی باتیں کسی بادشاہ کی نہیں بلکہ نبی کی معلوم ہوتی ہیں طے ہوا کہ اگر درست نکلیں تو عمل کریں گے چند دن بعد شیرویہ کا فرمان باذان کو ملا کہ کسریٰ کو قتل کر دیا گیا ہے یمن میں اس کی اطاعت کا عہد لے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی باز پرس نہ کرے اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خبر دی تھی وہ حرف بحرف پوری ہوئی کسریٰ کے تخت پر اس کا بیٹا شیرویہ قابض ہوا جس کی حکومت چھ ماہ سے زیادہ نہ چل سکی اس طرح کسریٰ پرویز کے قتل کے بعد اس کی سلطنت کا شیرازہ بکھر گیا اور بالآخر چار سو سال پرانی سلطنت کا چراغ اسلامی افواج کے ہاتھوں گل ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ پیشن گوئی آٹھ سال کے اندر اندر پوری ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایران کا حاکم بنا دیا۔

فائدہ:۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ مبارک کو پھاڑ نے اور حضور پر اظہارِ ناراضگی کی گستاخی کا انجام یہ ہوا کہ کسریٰ پرویز

اپنے بیٹے شیرو یہ کے ہاتھوں قتل ہوا اور اس کی سلطنت بھی ختم ہوگئی۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارُ !اے عقل والو عبرت حاصل کرو!

کعب بن اشرف یہودی کا قتل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والوں میں ایک یہودی کعب بن اشرف بھی تھا، یہ شاعر ہونے کے علاوہ بڑا مال دار یہودی تھا، غزوۂ بدر میں قریش کی شکست کا اس کو یقین نہ آتا تھا جب حقیقت معلوم ہوئی تو اس نے کہا قریش کے سردار وجو حرم کے نگہبان اور عرب کے بادشاہ ہیں ان کی موت کے بعد ہم جیسوں کا زمین پر چلنے پھرنے سے مرجانا بہتر ہے۔

مکہ مکرمہ گیا اور قریش کے غزوۂ بدر میں قتل ہونے والے سرداروں کے ماتم میں قریش کے ساتھ شریک ہوا اور انہیں مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتا رہا اور مشرکوں کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر اکساتا رہا، مدینہ منورہ واپس آکر نئے جوش اور جذبے کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین میں منہمک ہوگیا مسلمانوں کی دل آزاری کی خاطر ان کی بیبیوں کا نام لے کر عاشقانہ اشعار کہنے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا کہ کون ہے جو مجھے اس کے شر سے نجات دلوائے ؟
حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے حامی بھر لی اور عرض کیا اس کوشش
میں اگر کوئی بات بے ادبی اور بظاہر ایمان کے خلاف ہو تو جائز ہوگی ؟
فرمایا تمہیں اجازت ہے۔

چنانچہ منصوبہ بنایا گیا، ابو نائلہ جو کعب بن اشرف کے دودھ
شریک بھائی تھے اور حضرت عباد بن بشر اور حضرت ابوعبس بن جبیر کو اس
میں شریک کیا گیا، منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے وہ کعب کے پاس
گئے ادھر ادھر کی باتیں ہوئیں ایک دوسرے کو اپنے اپنے اشعار سنائے،
جب اعتماد کی فضا بن گئی تو کہا میں ایک ضرورت سے آیا ہوں اگر راز
داری کا عہد کرو تو بیان کروں، اس نے جواب دیا کیا تم اپنے بھائی پر بھی
اعتماد نہ کرو گے؟ فرمایا اس شخص ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' نے ہم
سے صدقہ طلب کیا ہے جو ہمارے لئے مشقت کا باعث ہے، ہم پر
احسان کرو کچھ غلہ، کھانے پینے کی چیزیں ہمیں دو ہم اسکے بدلے کچھ نہ
کچھ رہن رکھیں گے پوچھا کیا اپنی بیویوں کو گروی رکھو گے؟ نہیں اس
میں بڑی رسوائی ہوگی، چلو بچوں کو رہن رکھ دو، یہ بات بھی ذلت کا

باعث ہوگی، تم احسان سے کام لو اگر رہن ہی رکھنا ہے تو ہمارے ہتھیار رکھ لو اس سے غلہ کی قیمت بھی ادا ہو جائے گی، کعب نے رضامندی ظاہر کی۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھیوں کے پاس آئے اور کہا ہتھیار سجا لو، پھر سب مل کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے انہیں بقیع الغرقد تک چھوڑ دیا اور فرمایا اللہ کے نام پر اس کی مدد کے بھروسے چلے جاؤ، وہ سب کعب کے قلعہ پر پہنچے اور محمد بن مسلمہ نے آواز دی ہر چند اس کی نئی دلہن روکتی رہی لیکن وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں اندھا ہوا جا رہا تھا کہا جواں مرد تو وہ ہے جب رات میں بھی اس کو نیزہ بازی کے لئے بلایا جائے تو دیر نہ کرے، اس کے آنے کے بعد دونوں کچھ دیر آپس میں باتیں کرتے رہے اور کہا ہواؤں میں کس قدر خوشبو کی مہک رہی ہے؟ اے ابن اشرف یہ اس تیل کی مہک ہے جو تم نے سر میں لگایا ہے سر پکڑ کر خوشبو کو سونگھنے لگا، وہ بڑا خوش ہوا یہ دیکھ کر اس کے بال مضبوطی سے جکڑ لئے اور آواز دی اس دشمنِ خدا اور دشمنِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کام

تمام کر دو ۔ ہر طرف سے تلواریں پڑنے لگیں ، حضرت محمد بن مسلمہ نے اپنا چھوٹا خنجر اس کی ناف میں گھونپ دیا اور اس نے زور کی چیخ ماری ۔ جلدی سے آپ نے اس لعین کا سر کاٹا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے بقیع غرقد کے قریب پہنچے تو اللہ اکبر کا نعرہ لگایا ، آواز حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو سمجھ گئے کہ کام تمام ہو گیا آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا فرمائی ۔

صبح یہودی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس قتل پر اپنی پریشانی کا اظہار کیا ارشاد ہوا تم کعب کے اشعار اور اس کے گستاخانہ انداز اور کھلی مخالفت سے خواب واقف ہو اگر تم معاہدے پر قائم رہو تو پھر کسی سے کوئی عداوت نہیں ۔

فائدہ:- کعب بن اشرف یہودی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں حد سے زیادہ گستاخی کی اور اپنے کیفر کردار کو پہنچا۔

ابورافع گستاخِ رسول کا انجامِ بد

ابورافع اسلام دشمنی میں کعب بن اشرف کا معین اور مددگار تھا اس کا نام عبداللہ تھا ، جو ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے

پہلے شوہر کا بھائی تھا بہت مالدار تاجر تھا اور خیبر میں اپنے قلعہ میں رہتا تھا ابورافع اس کی کنیت تھی ، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی دشمنی میں پیش پیش تھا۔

کعب بن اشرف کو جہنم رسید کرنے کا شرف قبیلہ اوس کے حصہ میں آیا تھا، ایسا ہی اعزاز قبیلہ خزرج کے لوگ بھی حاصل کرنا چاہتے تھے آخر ابورافع پر ان کی نظر پڑی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر حضرت عبداللہ بن عتیک ، مسعود بن سنان اور عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کام کو انجام دینے کا بیڑہ اٹھایا اس جماعت کا امیر حضرت عبداللہ بن عتیک کو بنایا گیا، خیبر میں اس کے قلعہ کے قریب شام کے وقت پہنچے، حضرت عبداللہ بن عتیک نے اپنے ساتھیوں سے کہا میں کسی نہ کسی ترکیب سے قلعہ کے اندر جاؤں گا اندھیرا پھیلنے لگا تو حضرت عبد اللہ بن عتیک قلعہ کی فصیل کے قریب ایسے بیٹھ گئے جیسے قضائے حاجت کے لئے بیٹھے ہوں دربان نے سمجھا اپنا ہی آدمی ہے دروازہ بند کرنے کا وقت آیا تو آواز دی اندر آجاؤ یہ سنتے ہی وہ قلعہ میں داخل ہو کر لوگوں میں شامل ہو گئے۔

ابو رافع بالا خانے پر رہتا تھا، رات گئے قصہ خواں اس کے پاس جمع رہتے تھے جب یہ محفل برخواست ہوگئی تو دربان نے تمام دروازے بند کئے اور چابیوں کو ایک طاق میں رکھ کر خود بھی سو گیا۔

حضرت عبداللہ بن عتیک نے دربان کو غافل پایا تو کنجیاں اٹھالیں قلعہ کے ہر کمرے کا اندرونی تالا کھولتے اور اسے اپنے پیچھے بند کر لیتے تاکہ اگر کوئی اندر داخل ہونا چاہے تو راستہ نہ پاسکے، آخر وہ اس مقام پر پہنچ گئے جہاں ابو رافع اپنے بچوں کے ساتھ سویا ہوا تھا، اندھیرے کی وجہ سے وہ دکھائی نہیں دے رہا تھا انہوں نے آواز دی ابورافع! جواب ملا کون ہے؟ حضرت عبداللہ نے آواز کے رخ پر تلوار سے وار کیا بدحواسی میں وار اوچھا پڑا ابورافع نے شور مچایا، کچھ وقت گزرا تو آواز بدل کر پوچھا یہ شور کیسا ہے؟ ابورافع نے جواب دیا کوئی میرے کمرے میں گھس آیا ہے اور مجھ پر وار کیا گیا ہے حضرت عبداللہ قریب پہنچے اور تلوار اس کے پیٹ میں گھونپ دی جو آر پار ہوگئی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں دروازہ کھولتا ہوا آخری زینے تک پہنچا سمجھا کہ زمین آگئی ہے آگے بڑھا تو بلندی سے نیچے گر پڑا اور پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ عمامہ

نکال کر اسے باندھ لیا اور ساتھیوں کے پاس فصیل کے باہر پہنچ گیا ان سے کہا تم جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشخبری سناؤ، میں صبح اسکی موت کی تصدیق کے بعد آؤں گا۔

مرغ نے بوقتِ فجر اذان دی تو منادی نے قلعہ سے اعلان کیا کہ کسی نے ابورافع کو قتل کر دیا ہے یہ سن کر میں خوش خوش مدینہ منورہ آیا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا حضور ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے پنڈلی کی ٹوٹی ہڈی پر لعابِ دہن لگایا جو اچھی ہوگئی۔

فائدہ:- ابو رافع گستاخِ رسول ہی نہیں تھا بلکہ قریش کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر ابھارا کرتا تھا ان کی ہر طرح مدد کرتا تھا لہٰذا مسلمانوں کی سلامتی کے لئے ایسے مجرم کا خاتمہ بہت ضروری تھا، بہر حال ابورافع حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی سزا پا کر ہمیشہ کے لئے جہنم میں گیا۔

یہودیہ عَصْمَاء شاعرہ کا انجام

بنی خطمہ میں ایک یہودیہ عصماء نامی عورت شاعرہ تھی اس نے اپنی شاعری کا رخ مسلمانوں کی ہجو کی طرف موڑ دیا تھا خصوصاً رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بڑے گستاخانہ اشعار کہتی تھی اور لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف لڑائی پر ابھارتی تھی اپنے ایامِ ماہواری کے گندے کپڑے مسجد میں ڈالا کرتی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابھی غزوہ بدر سے واپس نہ ہوئے تھے کہ اس نے اپنے اشعار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہجو اور گستاخی شروع کر دی، ایک نابینا صحابی حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنا تو دل میں عہد کر لیا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر سے بسلامت واپس تشریف لائے تو میں اس شاعرہ کی زبان بند کروں گا۔ الحمد للہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے فاتحانہ تشریف لائے تو حضرت عمیر رضی اللہ عنہ اپنی منت پوری کرنے کے لئے تلوار لے کر نکلے، رات کے وقت اس کے گھر میں داخل ہوئے راستہ ٹٹولتے ٹٹولتے اس کے قریب پہنچے، بچہ اس کی چھاتی سے لگا ہوا تھا اسے ایک طرف کیا اور تلوار دل میں چبھو دی وہ آواز تک نہ نکال سکی اور مر گئی۔

صبح نماز مسجد نبوی میں ادا کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دیتے ہوئے عرض کیا کیا مجھ سے کوئی مواخذہ تو نہیں ہوگا؟ فرمایا:

نہیں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے عمیر رضی اللہ عنہ لوٹ رہے تھے تو عصماء کے لڑکے نے کہا یہ ہماری ماں کا قاتل ہے جواب میں کہا بیشک میں نے ہی اسے قتل کیا ہے اور اگر کسی نے پھر ایسی جرأت کی تو اسے بھی موت کا مزہ چکھاؤں گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا!

اگر کوئی ایسے شخص کو دیکھنا چاہتا ہو جس نے اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی غائبانہ مدد کی ہو تو وہ عمیر بن عدی کو دیکھے۔

یہ بھی ارشاد ہوا کہ ان کو نابینا نہ کہو یہ بینا اور بصیر ہیں وہ بیمار ہوئے تو عیادت کے لئے جاتے ہوئے فرمایا کہ مجھے بنی واقف کے بینا کی عیادت کے لئے لے چلو۔

یہودی شاعر کا قتل

قبیلۂ بنی عمرو بن عوف میں ابوعفک ایک شاعر تھا اس کی عمر ۱۲۰ سال تھی ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور ہجو کرتا تھا، اپنی قوم کے جذبات کو مسلمانوں کے خلاف ابھارتا تھا، بدر کی

فتح سے بھی کوئی سبق نہ لیا بلکہ اس کی گستاخی کچھ اور ہی بڑھ گئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو میری عزت وحرمت کے لئے ان کی زبان بند کردے؟ حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ تلوار لے کر اٹھ کھڑے ہوئے رات آئی تو اپنے کام پر روانہ ہوئے ابوعفک اپنے گھر کے صحن میں غفلت کی نیند سو رہا تھا تلوار اس کے سینے کے پار کردی اور اس کا کام تمام کردیا۔ (یہاں تک تمام واقعات بعد ترمیم سیرت احمد مجتبیٰ سے ماخوذ ہیں)

فائدہ:- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے کا دنیا میں یہ انجام ہوا کہ عصماء اور ابوعفک دونوں قتل ہوئے اور ان کی دنیا وآخرت دونوں برباد ہوئے، گستاخی کرنے والے عبرت لیں!

ایک گستاخ عورت کا قتل

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ایک شخص نابینا تھے، ان کی ایک اُمِّ وَلَدْ تھی، (اُمِّ وَلَدْ اس باندی کو کہتے ہیں جس کی اولاد کو آقا اپنی قرار دیدے) جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہتی تھی اور آپ کی شان میں گستاخی کرتی تھی وہ اس کو منع کرتے لیکن وہ باز نہ آتی، ایک مرتبہ رات کو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں

گستاخی کرنا شروع کردی جس پر انہوں نے ایک چھوٹی تلوار اس کے پیٹ پر رکھی اور دبا کر اس کا پیٹ پھاڑ دیا اور اس کا کام تمام کیا جب صبح ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کا یہ واقعہ بتایا گیا، آپ نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا:

میں اس شخص کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں جس نے (میری عزت وناموس کی حفاظت کے خاطر) جو کچھ کیا ہے وہ کھڑا ہو جائے مجھ پر اس کا حق ہے!

یہ سن کر وہ نابینا کھڑے ہوئے اور لڑکھڑاتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا کر بیٹھ گئے اور عرض کیا یا رسول! مقتولہ اُمِ وَلَدْ کا میں مالک ہوں وہ آپ کی شان میں گستاخی کرتی تھی اور برا بھلا کہتی تھی میں اس کو منع کرتا تھا لیکن وہ باز نہ آتی تھی میرے اس سے دو خوبصورت لڑکے بھی ہیں اور وہ مجھ پر مہربان بھی تھی، لیکن گزشتہ شب جب اس نے آپ کی شان میں گستاخی کی اور آپ کی بے حرمتی کا ارتکاب کیا تو میں نے ایک چھوٹی تلوار سے اس کو قتل کر دیا، یہ سن کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گواہ رہو ان کا خون معاف ہے۔ (السیف المسلول)

گستاخ یہودی عورت کا انجام

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بدتمیزی کرتی تھی تو ایک شخص نے اس کا گلا گھونٹ دیا اور وہ مرگئی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکا خون بھی معاف کر دیا۔ (السیف البتار)

گستاخِ رسول ابن خَطَلْ کا قتل

فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا چار آدمی جہاں ملیں انہیں قتل کر دیا جائے، اگر چہ کعبہ کے پردے کے نیچے ہوں ان میں سے ایک عبد اللہ ابن خطل اور دوسرا حویرث ابن نقید۔

عبداللہ ابن خطل کے قتل کا حکم اس لئے فرمایا کہ پہلے یہ شخص مسلمان تھا آپ ﷺ نے اسے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے روانہ کیا اس کے ساتھ ایک انصاری صحابی اور اُس کا ایک مسلمان غلام بھی تھا جو ابن خَطَلْ کی خدمت کیا کرتا تھا، رات کو کسی جگہ ٹھہرے تو ابن خَطَلْ نے اپنے خادم غلام کو حکم دیا کہ وہ اس کے لئے بکرا ذبح کر کے کھانا تیار کرے اور

خود سو گیا، جب جاگا تو دیکھا غلام نے کوئی چیز تیار کر کے نہیں رکھی تو غصہ میں اس نے غلام کو قتل کر دیا اور مرتد ہو کر مشرکینِ مکہ سے جا ملا اور وہاں پہنچ کر ابن خَطَل نے دو باندیاں خریدیں جو گانا گا کر نعوذ باللہ آپ کی ہجو کرتی تھیں اور یہ اس سے لطف اندوز ہوتا تھا، اس لئے حضرت زبیر ابن العوام رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کیا جبکہ وہ خانہ کعبہ کے پردہ سے لٹکا ہوا تھا اور اس کی ایک باندی بھی فتح مکہ کے موقع پر قتل کی گئی جبکہ دوسری باندی فرار ہو گئی جو بعد میں مسلمان ہو گئی۔

اور حویرث بن نقید مکہ مکرمہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید ایذاء پہنچایا کرتا تھا، اس لئے یہ بھی قتل کیا گیا، اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ (فتح الباری)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بدگوئی کرنے والوں کے یہ واقعات وہ ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیش آئے لیکن حضور کی شان میں گستاخی کرنے کے جرم میں انہیں معاف نہیں کیا گیا بلکہ کیفرِ کردار تک پہنچایا گیا۔

اب چند واقعات وہ لکھے جاتے ہیں جو پاکستان بننے سے پہلے انگریزی دورِ حکومت میں واقع ہوئے اور غازیانِ اسلام نے ان

شاتمانِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کو جہنم رسید کیا اور خود بھی جامِ شہادت نوش کیا۔

راج پال ہندو کی توہینِ رسالت

۱۹۲۳ء کو لاہور میں راج پال ہندو نے رسوائے زمانہ کتاب ''رنگیلا رسول'' شائع کی جس میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بڑی توہین کی گئی تھی جب یہ کتاب چھپ کر بازار میں آئی تو مسلمانوں میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی مسلمان زعماء نے حکومت سے اس کتاب کی فوری ضبطی اور اس کے ناشر کو قرارِ واقعی سزا دینے کا مطالبہ کیا، جس پر راج پال کے خلاف فرقہ وارانہ منافرت پھیلانے کے جرم میں مقدمہ چلایا گیا، لاہور کے ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے ملزم کو چھ ماہ قید کی سزا دی، لیکن اس وقت شادی لال جیسا متعصب چیف جسٹس تھا اس کی ایماء پر راج پال ملزم کو سزا سے بری کر دیا گیا جس نے مسلمانوں کی آتشِ غضب کو اور بھڑکا دیا۔

غازی خدابخش کا راج پال پر پہلا قاتلانہ حملہ

چنانچہ ۲۴ ستمبر ۱۹۲۷ء کو جب ملعون راج پال اپنی دکان پر

موجود کاروبار میں مشغول تھا، ایک مردِ مجاہد خدا بخش جو اندرون یکی گیٹ لاہور کا رہنے والا تھا، اس خبیث پر تیز دھار دار چاقو سے حملہ کرکے اسے زخمی کردیا، لیکن اس بدبخت نے اس وقت بھاگ کر اپنی جان بچالی، غازی خدا بخش کو زیر دفعہ ۳۰۷ الف تعزیراتِ ہند گرفتار کرلیا اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور سی ایم بی اوگلوی کی عدالت میں اس کے مقدمہ کی سماعت شروع ہوئی، غازی خدا بخش نے اپنی طرف سے وکیلِ صفائی مقرر کرنے سے انکار کردیا، راج پال مستغیث نے عدالت میں بیان دیتے ہوئے کہا: ''مجھ پر یہ حملہ'' ''کتاب رنگیلا رسول'' کی اشاعت اور مسلمانوں کے ایجی ٹیشن کی وجہ سے کیا گیا ہے اور مجھے خطرہ ہے کہ ملزم خدا بخش اب بھی مجھے جان سے ماردے گا کیونکہ حملہ کے وقت ملزم چلایا تھا''۔

کافر کے بچے! آج تو میرے ہاتھ آیا ہے میں تجھے زندہ نہیں چھوڑونگا، عدالت کے استفسار پر اس مردِ غازی نے گرج دار آواز میں کہا'' میں مسلمان ہوں، ناموسِ رسالت کا تحفظ میرا فرض ہے میں اپنے آقا کی توہین ہرگز برداشت نہیں کرسکتا''

پھر راج پال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ''اس نے میرے رسول کی شان میں گستاخی کی تھی ، اس لئے میں نے اس پر قاتلانہ حملہ کیا لیکن یہ کم بخت اس وقت میرے ہاتھ سے بچ نکلا''۔ اقرارِ جرم کے بعد غازی خدا بخش کو سات سال قیدِ سخت سنائی گئی۔

غازی عبدالعزیز

اس واقعہ کے چند دن بعد ایک اور مرد غازی عبدالعزیز نے جو افغانستان سے اپنے سینہ میں اس دشمنِ اسلام راج پال کے خلاف غصہ کی آگ لے کر لاہور پہنچا تھا، ۱۹؍اکتوبر ۱۹۲۷ء کی شام راج پال کی دکان پر آیا، اتفاقاً اس وقت راج پال کا ایک دوست سوامی ستیانند بیٹھا تھا، جسے غازی عبدالعزیز نے شاتمِ رسول سمجھ کر چاقو سے حملہ کر کے زخمی کر دیا، پولیس نے جائے واردات پر پہنچ کر غازی عبدالعزیز کو گرفتار کر لیا، عدالت نے اس مردِ مجاہد کو بھی وہی سزا دی جو غازی خدا بخش کو دی گئی تھی، جسے بھگت کر یہ دونوں غازی جیل سے سرخرو ہو کر نکلے۔

غازی علم الدین شہید کا راج پال پر حملہ

علم الدین ایک محنت کش نجار'' طالع مند'' کا بیٹا تھا، جب علم

الدین پیدا ہوا تو اس کی ماں کی گود میں دیکھ کر ایک فقیر نے بشارت دی کہ تم لوگ بڑے ہی خوش نصیب ہو کہ ایسا نیک بخت بچہ تمہارے گھر پیدا ہوا ہے۔علم الدین نے قرآن مجید کی ابتدائی تعلیم اپنے محلّہ کی مسجد میں حاصل کی جو اس زمانہ میں بازارِ سرفروشاں کے نام سے مشہور تھا، جب یہ بچہ ذرا بڑا ہو تو باپ نے جلدی اسے اپنے ساتھ کام پر لگایا، جس میں اس نے بڑی جلدی مہارت حاصل کر لی، علم الدین کا ایک بچپن کا ساتھی عبدالرشید تھا جسے سب پیار سے ''شیدا'' کے نام سے پکارتے تھے، شیدا کے والد کی دکان مسجد وزیر خان کے سامنے واقع تھی، ایک دن دونوں دوست گھر سے شام کے وقت جب مسجد وزیر خان پہنچے تو وہاں ایک جلسۂ عام میں شیطان راج پال کے خلاف تقریریں ہو رہی تھیں، جس میں یہ اعلان ہو رہا تھا کہ مسلمان اپنی جانیں قربان کر دیں گے لیکن اس مردود راج پال کو زندہ نہیں چھوڑیں گے، یہ تقریر سن کر دونوں دوست تڑپ اٹھے، گھر آ کر علم الدین نے اپنے والد طالع مند سے پوچھا:

سوال: کیا کوئی شخص جو ہمارے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کرے زندہ رہ سکتا ہے؟

جواب: باپ نے جواب دیا: بیٹا مسلمان اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

سوال: کیا اسے مارنے والے کو سزا ملے گی؟ علم الدین نے باپ سے دریافت کیا۔

جواب: ہاں بیٹا! یہاں گوروں کے قانون کے مطابق اس کو پھانسی کی سزا ملے گی۔

اُسی رات علم الدین نے دیکھا کہ خواب میں ایک بزرگ نمودار ہوئے ہیں اور اس سے کہہ رہے ہیں: علم الدین دشمن نے تمہارے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے تم ابھی تک سو رہے ہو۔ اٹھو اور جلدی کرو۔

یہ خواب دیکھ کر وہ فدائی رسول ﷺ فوراً اٹھ بیٹھا اور اپنے اوزار لے کر صبح سویرے اپنے دوست شیدا کے گھر پہنچا اور وہاں سے دونوں دوست بھاٹی دروازے کے سامنے والے کھلے میدان میں جا پہنچے، علم الدین نے وہاں رازدارانہ طریقہ سے اپنے دوست ''شیدا'' کو رات والا خواب سنایا تو اسکی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کیونکہ اس نے بھی

گزشتہ رات یہی خواب دیکھا تھا، اب دونوں دوستوں میں تکرار ہونے لگی، دونوں کا اصرار تھا کہ اس موذی کو مارنے کے لئے اسے بشارت ہوئی ہے آخر طے پایا کہ قرعہ ڈالا جائے، اس میں جس کا نام آئے وہی اس کام کو سرانجام دے، تین بار قرعہ ڈالا گیا اور ہر بار قرعۂ فال طالع مند کے خوش نصیب فرزند علم الدین کا نام نکلا، جس پر اس کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا، شیدا کو اپنے اس دوست کی خوش بختی پر رشک آیا، اس نے علم الدین کو اس کامیابی پر مبارک باد دی جس کے بعد دونوں دوست ایک دوسرے سے جدا ہو گئے وہاں سے علم الدین سیدھے گھر پہنچے وہ گھر آ کر کچھ دیر کے لئے لیٹ گئے تو ذرا دیر کے لئے ان کی آنکھ لگ گئی، کیا دیکھتے ہیں کہ وہی بزرگ دوبارہ نمودار ہو کر ان سے کہہ رہے ہیں:

''علم الدین یہ وقت سونے کا نہیں بلکہ جس کام کے لئے تمہیں چن لیا گیا ہے، اس کی تکمیل کے لئے فوراً پہنچو ورنہ بازی کوئی اور لے جائے گا''!

جس پر وہ ایک بار پھر اپنے دوست شیدا کے پاس الوداعی

ملاقات کے لئے پہنچے، اسے اپنی کچھ چیزیں بطور یادگار دیں اور دوبارہ گھر پہنچ کر انہوں نے اپنے منصوبے کی تکمیل کا پروگرام اپنے ذہن میں مرتب کرلیا اور گھر میں کسی سے اس بارے میں کوئی بات نہیں کی، اس ڈر سے کہ کہیں خون اور قرابت کے رشتے اس راہ میں حائل نہ ہو جائیں اس دن انہوں نے غسل کیا سرخ دھاری دار قمیص اور سفید شلوار پہنی، سر پر پگڑی باندھی، صاف اور اجلی لباس پر خوشبو لگائی اس سے قبل انہوں نے اپنی ماں سے میٹھے چاول کی فرمائش کی تھی جسے باپ بیٹے نے مل کر تناول کیا باپ کے کسی کام پر جانے کے بعد علم الدین نے اپنی معصوم بھتیجی کے ماتھے کو سوتے میں بڑے پیار سے چوما اور اپنی بھابھی سے کچھ پیسے لے کر اس سج دھج سے خوشی خوشی اپنی مہم پر روانہ ہو گئے مگر کسی کے ذہن میں یہ بات نہ آئی کہ علم الدین نے آج کے دن یہ سارا اہتمام کیوں کیا ہے گھر سے گمٹی بازار پہنچ کر وہاں آتما رام کباڑیے کی دکان سے ایک روپیہ میں ایک لمبا چاقو خریدا اور اسے شلوار کے نیفہ میں رکھ لیا، پھر وہ سیدھے دوپہر کے وقت انارکلی ہسپتال روڈ، راج پال کی دکان کے سامنے والی ٹال پر پہنچے۔

راج پال جہنم رسید

جوں ہی ٹال والے جوان نے علم الدین کو بتلایا کہ وہ منحوس دکان کے اندر داخل ہوا ہے تو وہ اپنے شکار کے تعاقب میں دکان کے اندر پہنچ گئے اور اسے دیکھتے ہی ان کی آنکھوں میں خون اتر آیا، اس کے ساتھ ہی ان کے اندر عقابی روح بیدار ہوئی اور انہیں اپنی منزل آسمانوں میں نظر آنے لگی، چیتے کی سی پھرتی کے ساتھ جھپٹ کر علم الدین نے راج پال خبیث کے سینے میں چاقو پیوست کر دیا، جو اس کے دل کو چیرتا ہوا نکل گیا، یہ ضرب ایسی کاری ثابت ہوئی کہ وہ مردود زخموں کی تاب نہ لا کر اوندھے منہ زمین پر گر پڑا اور وہیں اس نے دم توڑ دیا، اس طرح اس بدبخت کو کیفرِ کردار پہنچانے کے بعد غازی علم الدین جب دکان سے باہر نکلے تو مقتول کے ملازمین نے ''مار دیا مار دیا'' کا شور مچانا شروع کر دیا، جس پر قریب کے ایک ہندو دکاندار سیتا رام کے لڑکے اور اس کے ساتھیوں نے آکر پیچھے سے اس نوجوان غازی کو پکڑ لیا، جس پر علم الدین نے کہا'' آج میں نے اپنے رسول ﷺ کا بدلہ لے لیا'' آج میں نے اپنے رسول ﷺ کا بدلہ لے لیا'' اس عرصہ

میں پولیس بھی جائے واردات پر پہنچ گئی جس نے غازی علم الدین کو گرفتار کرلیا اور ۱۰؍اپریل ۱۹۲۹ء کو مسٹر لوئیس ایڈیشنل مجسٹریٹ لاہور کی عدالت میں علم الدین کے خلاف زیر دفعہ ۳۰۲ تعزیرات ہند مقدمۂ قتل کی کارروائی شروع ہوئی۔

مقدمہ کی سماعت کے دوران علم الدین کے چہرے پر معصوم مسکراہٹ کھیلتی رہی، شہادت قلم بند ہونے کے بعد سرسری بحث کے بعد مقدمہ سیشن کے سپرد ہوا، سیشن کورٹ نے ۲۲؍مئی ۱۹۲۹ء کو سزائے موت کا فیصلہ سنایا اور مسل حسبِ ضابطہ توثیق کے لئے لاہور ہائی کورٹ بھجوائی گئی۔

والدین کے حکم کی تعمیل میں علم الدین کی جانب سے بھی اس فیصلہ کے خلاف اپیل دائر کی گئی جس کی پیروی اس وقت کے چوٹی کے قانون دان اسلامیانِ ہند کے رہنما قائدِ اعظم محمد علی جناح نے کی، قائد اعظم کی بحث کا سب سے اہم نکتہ یہ تھا کہ راج پال نے ''رنگیلا رسول'' جیسی قابلِ اعتراض کتاب شائع کر کے پیغمبرِ اسلام کی توہین کی ہے جسے کوئی مسلمان برداشت نہیں کرسکتا، چونکہ یہ کتاب اشتعال انگیزی کا

سبب بنی ، اسلئے ملزم نے قتلِ عمد کا ارتکاب نہیں کیا لہٰذا اسے سزائے موت نہیں دی جاسکتی ، اسکے جواب میں وکیلِ سرکار رام لال نے من جملہ دیگر دلائل کے یہ موقف اختیار کیا کہ پیغمبرِ اسلام کی اہانت واقعی افسوسناک بات ہے لیکن تعزیراتِ ہند میں اس جرم کی کوئی سزا مقرر نہیں ، اسلئے مقتول نے کوئی خلافِ قانون حرکت نہیں کی تھی چنانچہ ملزم کا یہ فعل اشتعال انگیزی کی تعریف میں نہیں آتا اور اس نے سیشن کورٹ کی سزائے موت کا فیصلہ بحال رکھا جب یہ فیصلہ غازی علم الدین کو سنایا گیا تو وہ مارے خوشی کے چیخ اٹھے اور کہا:

''اس سے بڑھ کر میری اور کیا خوش نصیبی ہوگی کہ مجھے شہادت کی موت نصیب ہو رہی ہے اور بارگاہِ رسالت میں حاضری کی سعادت سے بھی مجھے سرفراز کیا جارہا ہے''

جب ان کا غمگسار دوست ''شیدا'' ان سے ملاقات کے لئے میانوالی جیل پہنچا تو اسے غمگین دیکھ کر علم الدین نے کہا:

''یار آج تجھے تو میری طرح خوش ہونا چاہیئے ! اپنے آقا کے نام پر کٹ مرنا ہی ایک مسلمان کی سب سے بڑی آرزو ہے اور اللہ پاک

کی یہ کتنی بڑی کرم نوازی ہے کہ ہزاروں لاکھوں مسلمانوں میں سے اپنے اس حقیر بندے کے ہاتھوں اس ناپاک شیطان کو ختم کرایا اور دیکھو رسولِ کریم ﷺ پر قربان ہونے کی میری دلی مراد بھی پوری ہو رہی ہے، اس لئے تمام مسلمان بھائیوں تک میری یہ بات پہنچادو کہ وہ میری موت پر غم نہ کریں بلکہ میرے لئے دعائے خیر کریں''۔

والدین اور عزیز واقارب سے آخری ملاقات کے موقع پر اپنی والدہ سے کہا کہ وہ ان کا دودھ بخش دے، ماں کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر کہنے لگے: ''ماں دیکھ تو کتنی خوش نصیب ہے کہ تیرے بیٹے کو شہادت کی موت مل رہی ہے مجھے تو ہنسی وخوشی رخصت کرنا چاہئے'' پھر علم الدین نے پیالہ سے پانی پیا اور اسی پیالہ سے اپنے عزیزوں اور والد طالع مند کو پانی پلا کر پوچھا کہ انہیں بھی اس سے ٹھنڈک پہنچی ہے! سب نے جب اثبات میں جواب دیا تو کہنے لگے: مجھے تو جگر تک ٹھنڈک محسوس ہو رہی ہے پھر ان سب سے کہا کہ کوئی ان کی موت پر آنسو نہ بہائے ورنہ انہیں اس سے تکلیف ہوگی۔

جیل کے حکام کو وصیت نامہ میں اپنے عزیزوں کے لئے یہ

بات بطورِ خاص لکھوائی کہ ان کے پھانسی پر چڑھنے سے وہ بخشے نہیں جائیں گے بلکہ ہر ایک اپنے اعمال کے مطابق جزا اور سزا کا حقدار ہوگا اور انہیں تاکید کی کہ وہ نماز نہ چھوڑیں اور زکوٰۃ برابر ادا کریں اور شرعِ محمدیؐ پر قائم رہیں۔

انجام کار ۳۱ راکتوبر ۱۹۲۹ء کو وہ دن آپہنچا جس کے لئے علم الدین کی جانِ بے تاب تڑپ رہی تھی رات اس جوان شب زندہ دار نے ذکرِ الٰہی اور تہجد میں گزاری اور طلوعِ سحر پر انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ نمازِ فجر ادا کی، اجل مجسٹریٹ، داروغۂ جیل اور مسلح سپاہیوں کے ہمراہ استقبال کے لئے کوٹھڑی کے دروازے پر موجود تھا مجسٹریٹ نے اس مردِ غازی سے پوچھا: کوئی آخری خواہش، تو کہا: صرف دو رکعت نمازِ شکرانہ کی مہلت، اجازت ملنے پر سجدۂ شکر ادا کرنے کے بعد سرخوشی کے عالم میں وہ ان کے ساتھ سوئے دار چل پڑے اس وقت جیل کے قیدی اپنی اپنی کوٹھڑیوں اور بارکوں میں اس فدائِ رسول ﷺ کی آخری جھلک دیکھنے کے لئے تعظیماً ایستادہ کھڑے تھے، رفیقانِ زنداں کو الوداع اور سلامِ آخر کہتے ہوئے مقتل میں پہنچ کر جب تختۂ دار کو دیکھا

تو فرطِ مسرت سے جھوم اٹھے، پھر ساعتِ سعید کو قریب دیکھ کر تیزی سے تختۂ دار کی طرف بڑھے اور شوق میں چاہا کہ پھانسی کے پھندے کو جو وصالِ حبیب کا مژدۂ جاں فزا لے کر نمودار ہوا تھا خود اپنے ہاتھوں سے گلے میں ڈال لیں، لیکن اسے خلافِ شریعت جان کر فوراً رک گئے اور حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا:

لوگو! گواہ رہنا! میں نے ہی راج پال کو حرمتِ رسول ﷺ کی خاطر قتل کیا تھا اور آج اپنے نبی پاک کا کلمہ پڑھتے ہوئے ان کے خاطر اپنی جان نثار کر رہا ہوں'' یہ کہتے ہوئے اس نوجوان پروانہ نبوت نے دار ورسن کو چوم کر اپنی جانِ عزیز ناموسِ مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر نچھاور کر دی۔

جیل کے حکام نے اپنے افسرانِ بالا کی ایماء پر علم الدین شہیدؒ کی نعش کو ان کے والد اور عزیز واقارب اور سینکڑوں مسلمانوں کے حوالہ کرنے سے انکار کر دیا جو جیل سے باہر اسے لے جانے کے لئے منتظر کھڑے تھے، اس بے تدبیری کی وجہ سے مسلمانوں کے جذبات مشتعل ہو گئے۔

لیکن نقضِ امن کے اندیشہ کے پیشِ نظر جیل کے کارندوں نے حکومت کی خفیہ ہدایات پر شہیدِ نبوت کی لاش کو نہایت خاموشی کے ساتھ عجلت میں جیل کے احاطہ میں عام قیدیوں کے قبرستان کے اندر دفن کر دیا، جس نے جلتی پر تیل کا کام کیا، لاہور اور دوسرے شہروں میں ہڑتالیں شروع ہوئیں کاروبار معطل ہو گیا، برہنہ پا اور برہنہ سر ماتمی جلوس نکلنے لگے اور مسلمانوں میں شدید ہیجان پیدا ہو گیا، اس پر اکابرینِ وقت، جن میں علامہ اقبالؒ پیش پیش تھے، سر محمد شفیع، جناب محسن شاہ والد محترم جناب جسٹس ڈاکٹر نعیم حسن شاہ چیف جسٹس پاکستان اور دوسرے قائدین کے ہمراہ گورنر سے ملے اور اپنے جواں سال شہید کی لاش کو مسلمانوں کے حوالے کرنے کا مطالبہ کیا، جو اس یقین دہانی پر کہ وہ امن عامہ برقرار رکھنے کے ذمہ دار ہوں گے، حکومت نعش انکے حوالہ کرنے پر رضامند ہوگئی چنانچہ تدفین کے تیرہویں دن مسلمان مجسٹریٹ اور میونسپل کمشنروں کی موجودگی میں شہید کی میت قبر سے نکالی گئی عینی شاہدوں کا بیان ہے کہ کئی دن گزر جانے کے باوجود لاش صحیح اور سالم حالت میں موجود تھی اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ ابھی آنکھ لگی ہے۔

۱۴ نومبر ۱۹۲۹ء کو سارے شہر اور اسکے گرد نواح سے ہزاروں لاکھوں انسانوں کا ایک سیلِ بے پناہ فدائیِ رسول ﷺ کے استقبال کے لئے رواں دواں تھا مسجد وزیر خان کے خدا ترس خطیب مولانا محمد شمس الدین نے نمازِ جنازہ پڑھائی، مولانا ظفر علی خان نے اس شہیدِ رسالت کی لحد میں تدفین سے قبل اتر کر کہا: کاش یہ سعادت مجھے نصیب ہوتی!! شہید کے جسم کو اشکبار آنکھوں سے علامہ اقبال جیسے شیدائیِ رسول نے قبر میں اتارا جس پر علامہ کی زبان سے بے اختیار نکل گیا ''یہ جوان ہم سب پڑھے لکھوں سے بازی لے گیا''۔

غازی عبدالقیوم شہید اور نتھو رام کا قتل

غازی عبدالقیوم کا واقعۂ شہادت بڑا ہی ایمان افروز واقعہ ہے، اس نوجوان مردِ مجاہد کا تعلق غازی آباد ضلع ہزارہ کے ایک غریب گھرانے سے تھا لیکن کسے خبر تھی کہ ایک دن تختِ ہزارہ کی شہ نشینی سے بھی اونچا مرگ باشرف کا رتبۂ شہادت اسے نصیب ہوگا۔ اپنے گاؤں سے وہ تلاشِ روزگار میں کراچی آیا، جہاں اسے رزقِ حلال کے لئے گھوڑا گاڑی مل گئی، جس کی آمدن سے وہ اپنی بوڑھی ماں، بیوہ بہن اور

ضعیف چچا اور نو بیاہتا بیوی کی کفالت کر رہا تھا، نمازِ فجر اور عشاء کی نماز وہ اپنے محلہ کی مسجد میں پڑھا کرتا تھا ایک روز امام مسجد نے اہلِ مسجد کو اشکبار آنکھوں سے بتلایا کہ ایک خبیث ہندو نتھو رام نے آقائے نامدار صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شان میں گستاخی کی ہے، غازی عبدالقیوم نے جب یہ بات سنی تو تڑپ اٹھا اور اسکے تن بدن میں اک آگ سی لگ گئی، اسی وقت اس نے صحنِ مسجد میں اپنے رب سے عہد کیا کہ وہ اس کافر کمینہ کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔

یہ نتھو رام آریہ سماجی ہندو تھا، جس نے ۱۹۳۳ء میں ''ہسٹری آف اسلام'' نامی ایک کتاب لکھی، جس مین اس نے اسلام اور پیغمبرِ اسلام کی ذات اقدس کو ہدفِ تنقید وملامت بنایا اور شانِ رسالت میں گستاخانہ اور توہین آمیز الفاظ استعمال کیے تھے، جس سے مسلمانوں میں ہیجان پیدا ہوا اور سارے شہر میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی، حکومت نے نقضِ امن کے اندیشہ سے ملزم کے خلاف فوجداری مقدمہ قائم کر کے اسے ایک سال قید اور جرمانہ کی سزا دی، لیکن مارچ ۱۹۳۴ء میں اس فیصلہ کے خلاف اپیل پر کراچی کے جوڈیشنل کمشنر نے اس کی عبوری ضمانت

منظور کر لی، نتھو رام کا مقدمہ سماعت کے لئے جس دن سندھ چیف کورٹ
کے دو انگریز ججوں کی بینچ کے سامنے پیش ہونا تھا اس دن نتھو رام اپنے
وکلاء اور ساتھیوں کے ساتھ ہنسی مذاق کرتا ہوا کورٹ روم میں داخل ہوا
عدالت کے باہر ہندو اور مسلمان بڑی تعداد میں فیصلہ سننے کے لئے
کھڑے تھے مقدمہ کی سماعت سے کچھ دیر قبل شہ عرب و عجم کا یہ نوخیز غلام
عبدالقیوم کمرۂ عدالت میں اس ہندو مصنف نتھو رام کے قریب پہنچنے میں
کامیاب ہوگیا، اور اپنے شکار پر نظریں جمائے بیٹھا تھا موقع پاتے ہی
اپنے نیفہ میں سے چھپا ہوا تیز دھار خنجر نکال کر عقاب کی طرح وہ اس پر
جھپٹا اور اس ملعون کے پیٹ میں خنجر جھونک کر اس کی آنتیں باہر نکال
دیں نتھو رام منہ کے بل زمین پر گر پڑا تو اس خیال سے کہ کہیں وہ زندہ بچ
نہ جائے اس نے پوری قوت سے ایک اور وار اس کی گردن پر کیا اور اسکی
شہ رگ کاٹ دی، اس طرح اس خبیث کا کام تمام کرنے کے بعد نہایت
اطمینان اور سکون سے اس نے اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیا،
عدالت میں اس واقعہ سے بھگڈر مچ گئی اور جج بھی اس اچانک واردات
سے خوفزدہ اور سراسیمہ ہو گئے، عبدالقیوم کے مقدمۂ قتل کے دوران

جب ملزم کا بیان قلم بند کرتے ہوئے ایک انگریز جج نے اس مردِ غازی سے دریافت کیا کہ اُسے اس بھری عدالت مین اس طرح واردات کی جرأت کیسے ہوئی ؟ تو اس نے عدالت میں آویزاں جارج پنجم کی تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ''تم اپنے بادشاہ کی توہین برداشت نہیں کرسکتا'' ہم اپنے دین اور دنیا کے شہنشاہ کی شان میں گستاخی کرنے والے کو کیسے معاف کر دیتا'' اس موذی کو ہلاک کرنے کے بعد نہایت حقارت کے ساتھ اسکی لاش پر تھوکتے ہوئے اس نے کہا تھا: ''اس خنزیر کے بچے نے میرے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی توہین کی تھی ، اس لئے میں نے اسے قتل کیا ہے'' اس نے اپنی طرف سے وکیل صفائی پیش کرنے سے انکار کردیا، اقبالِ جرم پر سیشن کورٹ سے غازی عبدالقیوم کو سزائے موت سنائی گئی تو وہ نوجوان مردمجاہد اپنی خوشی اور مسرت ضبط نہ کرسکا، اور بے اختیار اس کی زبان سے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی صدا بلند ہوئی ، مسلمانوں نے جب اس فیصلہ کے خلاف اپیل کرنا چاہی تو اس نے ان سب کی منت سماجت کرتے ہوئے کہا: آپ لوگ مجھے دربارِ رسول ﷺ میں حاضری کی سعادت سے محروم کرنا چاہتے ہیں'' اور وہ اس

شعر کی مجسم تصویر بنا ہوا تھا: ؎

دل پہ لیا ہے داغِ عشق کھو کے بہارِ زندگی
اک گلِ تر کے واسطے میں نے چمن لٹا دیا

فیصلہ جب توثیق کے لئے عدالتِ عالیہ کے سپرد ہوا اور اس مردِ غازی کی خواہش کے خلاف قانون کی توضیح اور تشریح کے لئے اپیل دائر کر دی گئی تو اپیل کی سماعت کے دوران ہر پیشی پر اس محمد کے غلام کے دیدار کے لئے مسلمانوں کا بے پناہ ہجوم موجود ہوتا جو اس پر گل پاشی کیا کرتا تھا، بالآخر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے اور اسے بھی دوسرے غازیانِ ملّت کی طرح سزائے موت سنائی گئی جس کے لئے وہ بے چین اور مضطرب رہتا تھا اور یہی پروانہ موت اس کے لئے حیاتِ جاوید لے کر آیا، جب سزائے موت اس کو سنائی گئی تو اس نے ججوں سے مخاطب ہو کر کہا:

''مجھے اپنی خوش قسمتی پر ناز ہے کہ میرے ہاتھوں وہ خبیث جہنم رسید ہوا اور میرے رب نے مجھے شہادت جیسی نعمت سے سرفراز کیا۔ یہ ایک جان کیا چیز ہے اگر ایسی ہزاروں جانیں بھی ہوں تو وہ سب میرے

آقا اور مولا پر قربان ہیں۔ اس طرح اس مردِ غازی کے لئے، جو کچھ عرصہ قبل عروس نو بیاہ کر لایا تھا آج انشاء اللہ حورانِ جنت درہائے فردوس میں اس کے استقبال کے لئے کھڑی تھیں۔

یہ بھی ایک عاشق کا جنازہ تھا، اس لئے بڑی دھوم سے نکلا، اور ہزاروں مسلمان جب میو شاہ کے قبرستان اس شہیدِ وفا کے جنازے کو لے جا رہے تھے ایسے میں حکومتِ افرنگ کے فرعون مزاج فوجیوں نے عاشقانِ ناموسِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اس ہجوم پر اچانک گولیوں کی بوچھاڑ کر دی، جس کے نتیجہ میں سینکڑوں مسلمان شہید اور زخمی ہوئے، معصوم عورتیں اور بچے جو مکانوں کی چھتوں سے اس کا جنازہ دیکھ رہے تھے ان کی شقاوت کا نشانہ بنے اور اس دن وہ سب شہیدانِ ناموسِ رسالت اس فدائیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انشاء اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں پہنچ گئے۔

غازی محمد صدیق شہید

غازی محمد صدیق فیروز پور ضلع قصور کے ایک دینی گھرانے میں پیدا ہوئے، بچپن ہی میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا ماں نے بڑے

لاڈ پیار سے بیٹے کی پرورش کی اور ساتھ ساتھ صحیح تربیت بھی، سال ۱۹۳۴ء میں یہ نوخیز بچہ جب بیس برس کا ہوا تو اسے خواب میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت نصیب ہوئی اور حکم ہوا کہ قصور کے ایک دریدہ دہن گستاخ پالامل زرگر کا منہ بند کیا جائے، یہ بشارت ملتے ہی نوجوان غازی تڑپ کر بیدار ہوا تو اس کے ساتھ اس کا مقدر بھی جاگ اٹھا، اس نے ماں کو یہ خوشخبری سنائی تو ماں نے خوشی سے لختِ جگر کا ماتھا چوما اور شہادت کی الفت کی طرف اسے روانہ کیا قصور پہنچ کر اس مردِ غازی نے اس گستاخِ رسول پالامل کو راستہ ہی میں دبوچ لیا اسے پچھاڑ کر اس کے سینہ پر سوار ہو گئے اور تیز دھار دار آلہ سے پے در پے وار کر کے اس موذی کو ہلاک کر دیا اور وہاں سے فرار ہونے کے بجائے قریب ہی کی مسجد میں جا کر سب سے پہلے نمازِ شکرانہ ادا کی اور پھر مسجد کی سیڑھیوں پر اس شان اور تمکنت کے ساتھ بیٹھ گئے کہ کسی ہندو کو ان کے پاس آنے کی جرأت نہ ہو سکی، فیروز مندی ان کے قدم چوم رہی تھی اور فی الحقیقت اس سے بڑھ کر اور کیا نمایاں کام ہو سکتا تھا جس پر مسرت اور شادمانی بھی ناز کرے کہ ایک شاتمِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم ان کے

ہاتھوں جہنم رسید ہوا، حسبِ معموم انگریز کا قانون حرکت میں آیا اور مردِ مجاہد کا مقدمہ سیشن کے سپرد ہوا غازی موصوف کی جانب سے میاں عبدالعزیز مالوڈہ اور نومسلم بیرسٹر خالد لطیف گابا نے مقدمہ کی پیروی کی لیکن چونکہ آپ نے عدالت کے روبرو جرأت کے ساتھ اعترافِ قتل کرلیا تھا اس لئے سزائے موت سنائی گئی۔

آفرین ہے اس ماں پر جس نے ایسے پیکرِ جرأت وایثار کو جنم دیا اور آفرین ہے اس نوجوان مردِ غازی پر جو اپنے آقا ومولا کے نام پر قربان ہوگیا، یہ فیصلہ سن کر ماں نے ایک بار پھر اپنے بیٹے کا ماتھا چوما اور کہا کہ یہ ایک بیٹا تو کیا، ایسے بیس بیٹے بھی ہوتے تو میں ان سب کو اپنے آقا کے نام پر قربان کردیتی، بیٹے نے بھی یہی کہا کہ یہ ایک جان کیا چیز ہے ایسی ہزار جانیں میرے آقا کی خاک پر نثار ہیں سبحان اللہ!

غازی عبداللہ شہید

یہ بھی تقسیم ہند سے قبل اغلباً ۱۹۴۳ء کا واقعہ ہے، ایک بدبخت سکھ چلچل سنگھ شیخوپورہ کے گردونواح میں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خلاف بدگوئی کرکے اپنے خبثِ باطن کا اظہار کرتا پھرتا تھا قصور کے

رہنے والے ایک جیالے جوان عبداللہ کو سرکارِ رسالت مآب ﷺ نے
خواب میں حکم دیا کہ وہ اس گستاخ کا منہ بند کرے چنانچہ کسی سے اس
خواب کا ذکر کئے بغیر وہ شوریدہ سر آتش بجاں اٹھ کھڑا ہوا اور اس مردود
کی تلاش میں نکل پڑا، معلوم ہوا کہ وہ خبیث وارث شاہ کے گاؤں
جنڈیالہ شیر خان میں رہتا ہے، جو اس وقت سکھوں کا گڑھ تھا، بستی کے
قریب پہنچ کر مزید دریافت پر پتا چلا کہ وہ اپنے کنویں پر بیٹھا کسی کام
میں مشغول ہے اس کے قریب ہی سکھوں کا جتھہ مصروفِ گفتگو تھا، غازی
عبداللہ نے ایک نظر میں اس دشمنِ دین کو پہچان لیا انہیں محسوس ہوا کہ
ان کے جسم میں غیر معمولی طاقت بجلی بن کر دوڑ رہی ہے چلچل سنگھ پر وہ
جھپٹ کر حملہ آور ہوئے اور اسے پچھاڑ کر اس کے سینہ پر چڑھ بیٹھے
اور پوری قوت سے اس کی شہ رگ کاٹ دی اور اس کا سر تن سے جدا
کر دیا، اس ناگہانی حملہ کو دیکھ کر پاس ہی بیٹھے ہوئے سکھ وہاں سے
بھاگ کھڑے ہوئے لیکن یہ مردِ غازی اپنے آقا کے فرمان کی تعمیل کے
بعد اس مردود کے لاشہ سے اٹھا اور وہیں رب کے حضور سربسجود ہوا کہ
اس نے اس مہم کو کامیاب فرما کر اسے سرفرازی بخشی اور سرخرو کیا۔

موقع واردات پر جب پولیس پہنچی تو اس مردِ مجاہد کو وہیں پر موجود پایا جس کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا پولیس نے گرفتار کر کے دلی مراد پوری کر دی، شیخوپورہ کے معروف وکیل ملک انور مرحوم نے مقدمہ کی پیروی کی لیکن چونکہ غازی عبداللہ نے عدالت کے روبرو اعتراف جرمِ محبت کر لیا تھا اس لئے سزائے موت سنائی گئی تو ایک مرتبہ پھر سجدۂ شکر بجالائے کہ انہیں بھی شہیدانِ رسالت کی صف میں جگہ مل رہی ہے جس پر جتنا بھی فخر و ناز کیا جائے کم ہے۔

غازی عبدالرشید شہید

غازی عبدالرشید شہید کا نام نامی بھی سرفروشانِ ملّت میں ہمیشہ نمایاں رہے گا، جس نے آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند سرسوتی کے چیلے سوامی شردھانند جیسے خبیث شاتمِ رسول کو دہلی میں موت کے گھاٹ اتارا اور راہِ عشق رسول میں اپنی جان نثار کر کے بارگاہِ نبوت میں سرخرو اور سرفراز ہوا۔ (راج پال سے یہاں تک تمام واقعات ناموس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قانون توہین رسالت سے بعد ترمیم اخذ کئے ہیں۔)

راہِ عمل

خلاصہ یہ کہ ڈنمارک اور یورپین ممالک میں جن لوگوں نے سرکارِ دوعالم ﷺ کے گستاخانہ خاکے بنائے اور شائع کئے ہیں وہ سخت گناہ گار اور سنگین جرم کے مرتکب ہیں، قرآن وسنت کی روشنی میں اگر وہ توبہ نہ کریں تو ان کو قتل کرنا جائز ہے، اور ان کو قتل کرنا اصلاً تو حکومت کا کام ہے لیکن اگر کوئی مسلمان ان کو قتل کرے گا وہ بڑے اجر وثواب کا مستحق ہوگا، تاہم ان کو قتل کرنا ہر شخص کے اختیار میں نہیں، ہاں درج ذیل کام اختیار میں ہیں اس لئے ان کو کرنا چاہئے:

۱۔ غیرتِ ایمانی کے تقاضے کے مطابق ان کی مصنوعات کا بائیکاٹ کرنا۔

۲۔ ان کے خلاف پُرامن احتجاج کرنا۔

۳۔ دوسروں کے جان ومال کو نقصان پہنچانے سے مکمل اجتناب کرنا۔

مذکورہ امور میں سب سے مؤثر ان کا اقتصادی بائیکاٹ ہے،

اگر تمام مسلمان مل کر ان کی مصنوعات کو خریدنا، بیچنا اور استعمال کرنا چھوڑ دیں تو کچھ ہی عرصہ میں ان کو دن میں رات کے تارے نظر آجائیں گے، اور ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ وہ ایسی گستاخی کا ارتکاب نہ کریں گے، کاش مسلمان ایسا کر سکتے!!

واللّٰہ الموفق والمعین آمین وصلی اللّٰہ تعالی علی النبی الکریم محمدو آلہ واصحابہ اجمعین الی یوم الدین.

☆☆☆

۱۱ر صفر المظفر ۱۴۲۷ھ
بروز اتوار بوقت بارہ بجے دن
بندہ عبدالرؤف سکھروی
خادم دارالافتاء
جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴

توجہ فرمائیں

قبر میں پہنچ کر ماں باپ، اولاد، بہن و بھائی وغیرہ ازروئے حدیث زندوں کی دعا اور ایصالِ ثواب کے اس طرح منتظر رہتے ہیں جیسے ڈوبنے والا زندگی کا سہارا ڈھونڈتا ہے اس لئے ان کو نہ بھولیں۔ یہ چند کتابچے ہیں جن میں چھوٹے چھوٹے اعمال لکھے گئے ہیں لیکن ان کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ ایصالِ ثواب کیلئے حسبِ استطاعت ان کو خرید کر ایسے مسلمانوں تک پہنچائیں جو عمل کرنا چاہتے ہوں۔

☆ درود و سلام کا حسین مجموعہ

☆ عمل مختصر ثواب زیادہ

☆ چند نیکیاں اور ایصالِ ثواب

ملنے کا پتہ:

درود و سلام
کا حسین مجموعہ
حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہم
مکتبۃ الاسلام کراچی